...... زائد مال ہی نہیں تو یہ معاملات کیسے سرانجام دیئے جا سکتے ہیں؟

(۳)

اس تیسرے سوال کا جواب سمجھنے کے لئے ہمیں پہلے اسلام کے فلسفۂ معاش و معیشت کے اس بنیادی اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اسلام مساویانہ تقسیم کی بجائے منصفانہ تقسیم کا قائل اور حامی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی محنت کے مطابق اجر ملنا چاہیئے۔ یعنی اگر مزدور ہے تو اس کو مزدوری کی اجرت ملنی چاہیئے۔ اور جس نے سرمایہ لگایا ہے اس کو سرمایہ کے تناسب سے منافع ملنا چاہیئے۔ اگر مزدور کو صنعت کے نفع میں شریک بنانا ضروری ہے تو ایک عام کارکن کو سینئر افسر کی آمدنی میں حصہ دار بنانے کا فلسفہ کیونکر پیش نہیں کیا جا سکتا؟ اسی طرح علی السبیل تنزل تمام کو ہر ایک کی آمدنی میں حصہ دار ہونا چاہیئے۔ بنابریں سوال میں تربیت یافتہ کی قید بے معنی ہے۔

دراصل ہمارے جن دوستوں کے ذہنوں پر اشتراکیت کا ہوا محض اسلامی تعلیمات کے استخفاف کی غرض سے سوار ہے، وہ یہ تو سوچتے ہیں کہ اسلام صنعت میں مزدور کو حصہ دار کیوں نہیں بناتا تاکہ مساویانہ تقسیم کا اصول رائج ہو سکے۔ لیکن اس کے زہریلے اثرات جو معاشرہ پر اثرانداز ہوتے ہیں، ان کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ بلکہ اپنی ذات کو ان اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ہر قسم کے تحفظات کی ضمانت چاہتے ہیں ــــ اسلام کی منصفانہ تقسیم اشتراکیت کے اس نظریہ کے یکسر خلاف ہے اور "واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق" (النحل) بھی اسی قانونِ قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ مساویانہ تقسیم معاشرہ کے اصلاح کی ضمانت نہیں دے سکتی۔ چنانچہ اسلام کے اس نظریہ کے تحت کوئی ضروری نہیں کہ صنعت کار، کارکن کو حصہ دار کے طور پر رکھے۔ ہاں اگر ان میں کوئی ایسا معاہدہ ہو جائے تو یہ الگ صورت ہے جو کہ کاروباری شراکت میں عموماً ہوتی رہتی ہے۔ اور اسلام نے مستاجر اور اجیر کے حقوق اور طریق کار کا تفصیلاً تعین کر دیا ہے۔ جیسے وہ چاہیں ایک دوسرے سے تعاون کر سکتے ہیں۔ لیکن کسی صنعت کار کو اس بات کا مکلف و پابند نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کارکنوں کو منافع و خسارہ کی سطح پر حصہ دار بنائے بلکہ وہ وقت یا کام کے تعین (اعتبار) و تناسب سے اجرت ادا کرے۔ یا سرمایہ کسی کا ہو اس پر سرمایہ کاری کرنے والا طے شدہ شرح کے مطابق حصہ لے یا دونوں مشترکہ سرمائے سے کاروبار کریں اور حسب محنت منافع میں شریک ہوں۔

(۴)

چوتھے سوال کا جواب سمجھنے کے لئے پہلے ہمیں زمین کے متعلق شخصی ملکیت کا جو تصور اسلام نے